مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حج بیت اللہ۔ چند حکمتیں اور مصلحتیں

یوں تو شریعت مطہرہ کے احکام حکمتوں کے تابع نہیں ہوتے اور نہ ہم اس پر مکلف ہیں کہ ان مقرر کردہ احکام کی حکمتوں کی تلاش اور تفحص میں پڑ جائیں بلکہ ایک کامل تابع فرمان غلام کی طرح جیسا بھی مالک کی طرف سے حکم صادر ہو جائے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس کی بجا آوری کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

ع　سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

بس یہی بندگی کی انتہاء و معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اسی بندگی کا تقاضا کرتا ہے اور یہی عبدیت اور عبودیت بارگاہ اقدس میں ایک اعلیٰ و افضل عمل ہے۔ خداوند قدوس اپنے جلیل القدر پیغمبر خاتم النبین سید المرسلین اپنے حبیب رسول اللہ ﷺ کے واقعہ معراج کے بارے میں فرماتے ہیں۔

سبحان الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من آیاتنا ۔ لعبدہ فرمایا **بنبیه** یا **برسوله** ذکر نہ کیا۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: **الحمدلله الذی انزل علی عبده الکتاب** اور اسی طرح ارشاد فرمایا **وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا** اور خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

افلا اکون عبداً شکوراً ۔ اس لئے کہ عبدیت انتہائی تواضع لامحدود انکساری اور کامل اطاعت کی دلیل ہے۔ عبدیت میں اظہار تبسل ہے۔ اظہار فقر ہے اظہار محتاجی ہے **وتبتل الیه تبتیلا** ۔ فقر کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

یاایها الناس انتم الفقراء الی الله والله هو الغنی الحمید

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ **الفقر فخری** ۔ علامہ اقبالؒ اپنے شہرہ آفاق قطعہ میں فرماتے ہیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر　از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

تو بات حکمت کی چل رہی تھی کہ احکام حکمتوں کے تابع نہیں ہوتے بلکہ ان کی نسبت علل اور اسباب کی طرف جاتی ہے علامہ ابن ہمامؒ نے باب العشر والخراج میں وجوب علت کے لئے حکم کے ملزوم ہونے کی بھی سختی سے تردید کی ہے۔ اور

کہا ہے کہ علل شرعیہ حکم کے لئے صرف علامات ہوتی ہیں۔حکم میں موثر نہیں ہوتیں اسی لئے زوال علت کے بعد بھی حکم کا باقی رہنا جائز ہے۔شریعت میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔مثلاً رمل' رمی جمرات اور ظہر وعصر کی نمازوں میں اخفاء قرأت وغیرہ کہ ان کی علتیں اب موجود نہیں۔لیکن ان کے احکام باقی ہیں۔

امام ولی اللہ دہلویؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

امتثال لایتوقف علیٰ معرفۃ المصالح. واوجبت ایضاً انہ لایحل ان یتوقف فی امتثال احکام الشرع .اذا صحت بھا الروایۃ علی معرفۃ تلک المصالح لعدم استقلال عقول کثیر من الناس فی معرفۃ کثیر من المصالح ولکون النبیؐ اوثق عندنا من عقولنا.ولذالک لم یزل ھذا العلم مضنونابہ علیٰ غیر اھلہ ولیشترط لہ مایشترط فی تفسیر کتاب اللہ ویحرم الخوض فیہ بالرأی الخالص .غیر المستند الی السنن والآثار.

یعنی احکام پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں اور احادیث نے یہ باتیں بھی ثابت کی ہیں کہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں جبکہ وہ صحیح روایت سے ثابت ہو جائیں انکی مصلحتوں کے جاننے تک توقف کرنا جائز نہیں کیونکہ بہت سے انسانوں کی عقلیں بہت سی حکمتوں کو بطور خود نہیں سمجھ سکتیں اور نبی کریم ﷺ کی ذات ہمارے نزدیک ہماری عقلوں سے کہیں زیادہ قابل اعتماد ہے اور اسی وجہ سے ہمیشہ یہ علم (اسرار دین) نااہلوں کو دینے میں بخیلی کی گئی اور اس کیلئے وہ شرائط ہیں جو کتاب اللہ کی تفسیر کے لئے ہیں اور اس علم میں محض ایسی رائے سے جو احادیث اور صحابہ وتابعین کے ارشادات سے موید نہ ہوں غور وخوض کرنا حرام ہے۔

یعنی احکام شرعیہ پر عمل کرنا حکمتیں اور مصلحتیں جاننے پر موقوف نہیں۔اگرچہ احکام میں حکم اور علل اور حسن وقبح ملحوظ ہوتا ہے مگر امتثال اس حسن وقبح کے جاننے پر موقوف نہیں۔البتہ اس کی تحقیق ضروری ہے کہ ادہ حکم قرآن وحدیث سے صراحۃً یا استنباطاً ثابت ہے یا نہیں۔لیکن جب حکم کی تحقیق ہو جائے تو اس پر عمل درآمد میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔آج کل غیروں کی تقلید میں عمومی طور پر انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کی جو ذہنیت بنتی جارہی ہے کہ حکم کی حکمت معلوم ہوگی اور اس پر ذہن مطمئن ہوگا۔تب عمل کرنے کے لئے سوچیں گے کیونکہ احکام شرعیہ کے علل ومصالح اور ذاتی حسن وقبح پر انسان نہیں سمجھ سکتا اور اس وجہ سے یہ علم علم اسرار دین نااہلوں کو دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کی گئی اور ہر کس ناکس کے سامنے احکام کی علتیں اور حکمتیں بیان کرنے میں تذبذب ہوتا ہے کہ معلوم نہیں وہ بات سمجھ سکے گا یا نہیں۔

بلکہ یہ علم اتنا دقیق ہے کہ اس کو پڑھانے کے لئے اور اس علم میں کتاب لکھنے کے لئے وہ تمام شرائط ہیں جو کہ علم تفسیر کے لئے ہیں اور وہ علوم ضروری ہیں جو کہ علم تفسیر کے لئے ضروری ہیں اور جس طرح کہ تفسیر بالرائے حرام ہے اسی طرح اس علم میں دلائل وقرائن کے بغیر اور آثار صحابہ وتابعین کے بغیر غور وفکر کرنا بھی حرام ہے۔علاوہ ازیں مصالح

اور حکم کو جان کر علم کرنا اتنی مضبوط بات نہیں جتنی اللہ اور رسول کا حکم سمجھ کر عمل کرنا ہے، مومن کا اعتماد عقل پر نہیں ہوتا' اللہ اور رسولؐ کے حکم پر ہوتا ہے عقل تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی ہے اور اللہ کے رسول اللہ کے رسول ہیں' پس جب کوئی حکم رسول اللہؐ سے ثابت ہو گیا تو اب مومن کو کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔ (بحوالہ حجۃ اللہ البالغۃ مع شرح اردو رحمۃ اللہ واسعۃ)

یہ تو حکمت کے متعلق ایک تمہیدی بحث تھی' لیکن یہاں پر یہ نکتہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ احکام میں حکمت کو تلاش کرنا یا فن حکمت شرعیہ وعلم اسرار دین ایک لایعنی اور بے فائدہ ولا حاصل شے ہے۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں اور بہت سے لاینحل عقدے اس کے ذریعہ کھل چکے ہیں اور انتہائی مشکل اور صعب ترین مقامات میں اس علم نے دستگیری کی ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ صاحب' شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس موضوع پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔ اسکے بعد اس نے حضرت شاہ صاحبؒ نے حج بیت اللہ کی عمومی طور پر سات حکمتیں اور مصلحتیں بیان کی ہیں۔

منها تعظيم البيت فانه من شعائر الله وتعظيمه هو تعظيم الله تعالىٰ

ان حکمتوں اور مصلحتوں میں سے ایک تعظیم بیت اللہ ہے کیونکہ یہ شعائر اللہ میں سے ہیں اور اس کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب**

منها تحقيق معنى العوصة دوسری مصلحت حج کے ذریعہ دربار خداوندی کی حاضری اور پیشی کو ثابت کرنا اور واقعہ بنانا مقصود ہے کیونکہ جس طرح بادشاہ وقتاً فوقتاً دربار منعقد کرتے ہیں تا کہ رعایا اس میں حاضر ہوں اور مختلف فوائد سے دامن پر کرے' اس لئے ہر ملت کے لئے کوئی ایسا اجتماع ضروری ہے جس میں قریب اور بعید کے لوگ یکے بعد دیگرے آئیں۔ ایک دوسرے کو پہچانیں۔ اپنا دین سیکھیں' اور ملت کے شعائر کی تعظیم بجالائیں۔ حج ایسے ہی دربار خداوندی کی حاضری ہے اس کے اجتماع عظیم سے مسلمانوں کی شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ تمام مسلمانوں یعنی مسلمانان عالم کا سب سے عظیم اور سب سے بڑا اجتماع ہے جس میں اقصائے عالم سے لاکھوں مسلمان شرکت کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **يأتون من كل فجّ عميق** حج کے اجتماعات کے علاوہ اور بھی اجتماعات ہوتے ہیں۔ مثلاً روزانہ پانچ نمازوں کی جماعت میں شرکت کرنا۔ اس کے بعد جمعہ کے اجتماع اس کے بعد عیدین کے اجتماع لیکن یہ اجتماعات مقامی ہیں اسلئے اس میں ایک ساتھ سب کی حاضری ضروری ہے اور حج کا اجتماع ایک عالمی اجتماع ہے جس میں ایک ساتھ تمام مسلمانوں کی حاضری دشوار ہے۔ اس لئے فرمایا کہ لوگ یکے بعد دیگرے آئیں یعنی کوئی اس سال آئے اور کوئی اگلے سال۔ شیخ الحدیث ریحانۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہر حاکم اور ہر بادشاہ کو اپنی رعایا کے مختلف طبقات کو بیک وقت ایک جگہ جمع کرنے کا جتنا اہتمام اور خواہش ہوتی ہے وہ سب کو معلوم ہے اور اس کے لئے مختلف نوع کے جشن اور مختلف نام سے انجمنیں بنا کر ان کے سالانہ جلسے وغیرہ کرائے جاتے ہیں۔ حج میں یہ مصلحت علی وجہ الاتم پوری ہوتی ہے۔

چونکہ حج کے موقع پر عالم اسلام کے اکثر حاکم وزراء اور دوسرے اہل حل وعقد جمع ہوتے ہیں اور ان کا تعلق مختلف ممالک سے ہوتا ہے تو ان مختلف ممالک کے اہل الرائے اور ارباب حل وعقد مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی لائحہ عمل تجویز کریں تو اس کی تشکیل اور اشاعت کے لئے یہ بہترین موقع ہے اسی طرح مختلف ممالک سے آئے ہوئے زائرین کے درمیان اتحاد اور تعلقات پیدا کرنے کے لئے حج کے موقع سے بہتر کوئی صورت نہیں۔

ومنها ما توارث الخ تیسری حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو باتیں متوارث چلی آ رہی ہیں۔ حج کے ذریعہ ان کی ہمنوائی مقصود ہے کیونکہ وہ دونوں حضرات ملت حنفی کے پیشوا ہیں۔ انہوں نے ہی عربوں کے لئے احکام مشروع کئے ہیں' یعنی عرب میں انہی کا دین رائج ہے۔ اور ہمارے نبیؐ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ ملت حنفی کا ظہور اور غلبہ ہو سورۃ الحج میں ارشاد ہے: **ملة ابيكم ابراهيم** پس جو باتیں ملت حنفی کے ان دونوں اکابر سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں۔ ان کی حفاظت اور نگہداشت ضروری ہے' جیسے خصال فطرت اور جیسے حج کے ارکان حدیث شریف میں ہے کہ کچھ لوگ میدان عرفات میں موقف (ٹھہرنے کی جگہ) سے فاصلہ پر وقوف کئے ہوئے تھے آپ نے اطلاع بھجوائی کہ اپنی عبادت کی جگہ میں ٹھہرو اس لئے کہ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی متابعت و میراث پر ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ جو کہ حج کا بنیادی رکن ہے' موافقت کے باب سے ہے' بقول حضرت الشیخ زکریاؒ حج اس عبادت کی بھی یادگار ہے اور بقاء ہے جو آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر ہر مذہب وملت میں رہی ہے۔

ومنها الاصطلاح علی قال چوتھی مصلحت حج میں بعض اعمال اس لئے ہیں کہ ایک حالت پر سب حاجیوں کا اتفاق واتحاد ہو جائے تاکہ عوام وخواص کے لئے سہولت ہو' جیسے ۸ رذی الحجہ کو منیٰ میں قیام کرنا اور وہاں پانچ نمازیں ادا کرنا' تاکہ وہاں سے نوذی الحجہ کی صبح کو عرفات کی طرف روانگی میں سہولت ہو' اور جیسے عرفہ سے واپسی پر مزدلفہ میں شب باشی کرنا۔ اور فجر کے بعد وقوف کرنا تاکہ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف روانگی میں سہولت ہو۔ غرض اس قسم کا اتحاد ضروری ہے ورنہ لوگوں کے لئے دشواری ہوگی۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو اس کا تاکیدی حکم دیا جائے' ورنہ لوگوں کی کثرت اور پھیلاؤ کی وجہ سے ان کا کلمہ متحد نہیں ہوگا۔

ومنها الاعمال التی تعلق الخ پانچویں مصلحت اور حکمت حج میں بعض ایسے اعمال شامل کئے گئے ہیں جو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ان اعمال کا مرتکب اور انجام دینے والا خدا پرست دین حق کا پیرو ملت حنفی کا متبع اور ان نعمتوں پر اللہ کا شکر بجالانے والا ہے' جو اس ملت کے اگلوں پر اللہ نے کی ہیں۔ جیسے صفا و مروہ کی سعی اس انعام کی یادگار کے طور پر مناسک میں شامل کی گئی ہے جو کہ اللہ نے حضرت ہاجرہ پر کیا تھا۔

ومنها ان اهل الجاهلية كانوا يحجون الخ چھٹی مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں

حج کیا کرتے تھے اور حج کو ان کے دین میں بنیادی حیثیت حاصل تھی مگر انہوں نے حج میں دو قسم کی غلط باتیں مخلط کی تھیں۔ ایک حج میں ایسے اعمال شامل کیے تھے جو کہ حضرت ابراہیمؑ سے منقول نہ تھے وہ ان پر محض افترا ہے اور ان میں غیر اللہ کو شریک بنانا بھی تھا' جیسے اساف اور نائلہ کی تعظیم کرنا اور منات نامی بت کے لئے احرام باندھا یا مشرکین کا اس طرح تلبیہ پڑھنا کہ آ کا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک جو آپ کا ہے ایسے خود ساختہ اعمال کے لئے ضروری یہ تھا کہ امن کی ممانعت کی جائے اور ان سے سختی کے ساتھ روک دیا جائے۔

اساف اور فائلہ دو بت تھے جن کے بارے میں مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ دونوں ایک زمانہ میں مرد و زن تھے' جنہوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا اور وہ مسخ کردیئے گئے تھے۔ اور پتھر بن گئے تھے' عبرت کے لئے ان کو صفا اور مروہ پر رکھ دیا گیا تھا پھر رفتہ رفتہ قابل تعظیم اور معبود بن گئے اور منات قبیلہ خزاع اور ھذیل کا بت تھا' جس کو مکہ وا لے مانتے تھے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسلام سے پہلے انصار منات کے لئے احرام باندھا کرتے تھے۔

دوسری جاہلیت کے لوگوں نے کچھ باتوں کو فخر و غرور کے طور پر دین بنالیا تھا اور ان کو حج میں شامل کرلیا تھا' جیسے قریش جب حج کیا کرتے تھے تو مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے' عرفہ تک نہیں جا۔تے تھے' عرفہ حرم سے باہر ہے اور مزدلفہ حرم میں ہے وہ کہتے تھے کہ ہم حرم کے کبوتر ہیں اس لئے حرم سے باہر نہیں نکل سکتے اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی **ثم افیضوا من حیث افاضی الناس** تم سب کیلئے ضروری ہے کہ اس جگہ ہو کر واپس آ ؤ جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں۔ چنانچہ اس رسم کا خاتمہ ہوگیا۔

منات بت کیلئے انصار نے احرام باندھنے کو ایک خاص علامت بنالیا تھا' اس لئے ان کو صفا و مروہ کی سعی میں تنگی محسوس ہو رہی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **ان الصفاء والمروہ من شعائر اللہ** یہ اندازِ بیان انصار کی دل تنگی کو دور کرنے کے لئے ورنہ صفا و مروہ کی سعی واجب ہے۔

ومنھا انھم کانوا الخ ساتویں حکمت اور مصلحت یہ ہے اہل جاہلیت نے کچھ فاسد قیاسات گھڑ رکھے تھے' جو دین میں غلو کے قبیل سے تھے اور وہ لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث تھے' اور ایسی باتوں کے لئے بھی یہی ضروری تھا کہ ان کو منسوخ کردیا جائے اور ان کو بالکلیہ چھوڑ دیا جائے مثلاً ان زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ تھا کہ جب احرام باندھ لیتے تھے تو گھر میں دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ پیچھے سے دیوار پھاند کر داخل ہوتے تھے ان کا خیال یہ تھا کہ دروازے سے گھر میں داخل ہونا۔ ایک طرح کا دنیا سے فائدہ اٹھانا ہے' جو احرام کے منافی ہے تو سورۃ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ **ولیس البان تاتوا لبیوت من ظھور ھا** یہ نیکی کی بات نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آ ؤ۔ اسی آیت کے ذریعہ اس غلط تاثر کو باطل کیا گیا۔

(۲) اہل جاہلیت موسم حج میں تجارت کو ناپسند کیا کرتے تھے' انکا خیال تھا کہ اس سے اخلاص میں خلل پڑتا ہے

تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **لاجناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم**

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو یعنی روزی۔

۳۔ زمانہ جاہلیت میں ایک غلط دستور یہ تھا کہ زادِ سفر کے بغیر خالی ہاتھ حج کا سفر کیا کرتے تھے، اور اس کو توکل اور کارِ ثواب خیال کیا کرتے تھے، پھر وہاں پہنچ کر ہر ایک سے سوال کیا کرتے تھے اور مانگتے پھرتے تھے، تو آیت نازل ہوئی **وتزودوا فان خیر الزاد التقوی**

۴۔ زمانہ جاہلیت میں ایک فاسد خیال یہ بھی چلا آتا تھا، کہ حج کے ساتھ عمرہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ بدترین گناہ یہ ہے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کیا جائے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ جب صفر کا مہینہ گزر جائے اور حجاج کے اونٹوں کے زخم مندمل ہو جائیں اور حجاج کے قافلوں کے نشانات بارش وغیرہ سے مٹ جائیں تو جو عمرہ کرنا چاہے تو عمرہ کر سکتا ہے حالانکہ اس میں آفاقی کے لئے اور دور دراز سے آنے والوں کے لئے سخت پریشانی تھی۔ ان کو عمرے کے لئے نئے سفر کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر یہ غلط رسم مٹا دیا، صحابہ کرام حج کا احرام باندھ کر مکہ آئے تھے، ان کو حکم دیا گیا کہ آپ نیت کو بدل دیں اور افعال عمرہ کر کے احرام کھول دیں، پھر مکہ ہی سے حج کا احرام باندھیں آپ ﷺ نے اس میں سختی برتی تا کہ پرانی عادت اور دلوں میں بیٹھی ہوئی عادت کا ازالہ ہو سکے۔

یہ سات حکمتیں اور مصلحتیں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر فرمائی ہیں جس کی توضیح اس کی شرح رحمۃ اللہ الواسعہ سے اخذ کی گئی۔

علاوہ ازیں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بھی حج کی مزید حکمتیں اور مصلحتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں سے بعض کی طرف حضرت شاہ صاحبؒ کی سات حکمتوں میں اشارہ کیا گیا اور باقی چند کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دنیا کے مختلف طبقات میں مساوات پیدا کرنے کے لئے حج بہترین عمل ہے کہ امیر غریب بادشاہ فقیر ہندی عربی ترکی چینی وغیرہ سب ایک ہی حال میں ایک ہی لباس میں ایک ہی مشغلہ میں معتدبہ زمانہ تک رہتے ہیں اور ان کے درمیان آپس کی اخوت محبت تعلقات تعارف اور رشتہ اتحاد قائم کرنے کے لئے حج بہترین موقع ہے، سرمایہ داری کے مخالف امیر و غریب میں مساوات پیدا کرنے کے لئے اسلام کا ہر حکم نماز، روزہ، حج، زکوۃ اس مصلحت کو نہایت آسان اور کامیاب طریقہ سے پیدا کرتا ہے، دنیا بھر کے اولیاء واقطاب اور ابدال کا ایک معتدبہ طبقہ حج میں ہر سال شرکت کرتا ہے۔ ان کے فیوضات وانوارات وکمالات سے استفادہ کا بہترین موقع ہونے کے ساتھ ساتھ حج ان متبرک مقامات کی زیارت کا ذریعہ بھی ہے، جہاں لاکھوں عشاق نے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جانیں دے دیں۔ جبکہ علمی لحاظ سے سفر حج نہایت بہتر چیز ہے کہ اس موقع پر ہر جگہ کے علماء موجود ہوتے ہیں۔

ان کی علمی حیثیت اور ہر مقام کے علمی مراکز، علمی کارنامے انکی ترقیات وتنزل اور ان کے اسباب پر تفصیل سے اطلاع

ہو سکتی ہے' اللہ کی معصوم مخلوق فرشتے جو عرش الٰہی کے طواف میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں' حج میں ان سے تشبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور حدیث کے پاک ارشاد من تشبہ بقوم فھو منھم کی بناء پر فرشتوں کے ساتھ جو کسی وقت اور کسی آن اللہ جل شانہ کی منشاء کے خلاف نہیں کرتے مشابہت حاصل ہوتی ہے۔

معاشی لحاظ سے دنیا کی معلومات کا ذریعہ سفر حج ہے' بہتر نہیں ہے کہ ہر ملک کی مصنوعات ایجادات پیداوار کے حالات اور اس قسم کی جتنی معلومات اور تفصیلات معلوم کرنا چاہیں اس سفر میں' بہترین طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور مذہبی حیثیت سے رہبانیت ایک بہت ہی اہم اور اونچی چیز شمار کی جاتی ہے' پہلی امتوں میں فکر اسلام نے اس کو روک کر سفر حج کو اس کا بدل قرار دیا۔ چنانچہ زینت کی اشیاء بیوی سے صحبت تو درکنار صحبت تک کا ذکر ناجائز کر دیا۔ دنیاوی حیثیت سے ہر قوم میں ایک میلہ لگتا ہے اور یہ ایک قدیم دستور ہے' ہر ملک اور مذہب کے لوگ اس کے عادی ہیں۔ عام طور پر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کے لئے حج کو اس کا نعم البدل قرار دیا کہ بجائے لہو لعب' کھیل کود' شور و شغب کا مختلف مظاہروں اور سفروں کے ان ہی چیزوں کو عبادت کی شکل میں بدل دیا' جس میں ان سب جذبات کا جو لہو و لعب کی شکل میں تھے' توحید و عشق الٰہی کی طرف امالہ ہو گیا اسلام کا ابتدائی دور جہاں مسلمان انتہائی بے بسی کے عالم میں ہر وقت مظلومانہ زندگی بسر کرتے تھے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ کفار کے مظالم برداشت کرتے تھے' اور اسلام کا انتہائی دور جہاں وہ ہجرت کے بعد غالب اور فاتح کی شکل میں رہے اور غالب و قوی ہو کر اپنے کمال اخلاق سے نہ صرف یہ کہ پرانے مظالم کو بالکل نظر انداز کیا بلکہ اپنے اخلاق کی خوبی اور وسعت سے اسلام کو ایسا پھیلایا کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کا نور پھیل گیا۔ اس سفر حج میں دونوں شہروں کی زیارت سے دونوں یادگاریں تازہ ہوتی ہیں اور دونوں سبق یاد کرنے کا امت کو موقع ملتا ہے۔

مکہ مکرمہ رسول اللہ ﷺ کا مولد ہے' پیدائش یہاں ہوئی۔ اور ۵۳ سال کی عمر تک کے مختلف دور یہاں گزرے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کا گھر اور مزار مبارک وہاں ہے۔ رسالت کے اکثر احکام وہاں نازل ہوئے۔ اس سفر سے دونوں یادگاروں کی زیارت حضورؐ کے زمانہ کی یاد کو تازہ کرنے والی ہے اور محبت کو بڑھانے والی ہے' لوگ یادگار قائم کرنے کے لئے مختلف چیزیں ایجاد کیا کرتے ہیں' اسلام نے حج اور زیارت کا حکم دے کر خود اس یادگار کو قائم کر لیا۔ مرکز اسلام کی تقویت و قوت اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کی اعانت نصرت ان کے حالات کی تحقیق ان کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا بہترین ذریعہ حج و زیارت ہے کہ جب ان سے تفصیلی ملاقات ہوگی تو ان کی اعانت اور مدد کا جذبہ خود بخود دل میں پیدا ہوگا۔ اور وہاں سے واپسی پر بھی عرصہ تک انکی یاد رہے گی۔

سفر کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سفر حج بھی اہم قسم ہے' سفر سے ایک طرف تو اخلاق کی جلا اور صفائی ہوتی ہے تو دوسری طرف بدن کی صحت کے لئے بھی معین ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سافروا تصحوا سفر کرو

صحتیاب ہوگئے۔ تبدیلی آب وہواصحت کے لئے معین ومددگار ہے۔

علم الالسنہ کے شوقین حضرات کے لئے حج کے زمانہ سے بہترین موقع شاید نہ مل سکے، کہ ایک ہی جگہ عربی، اردو، ترکی، فارسی، پشتو، چینی، جاوی، انگریزی وغیرہ وغیرہ ہر زبان کے واقف لوگ ملیں گے۔ اوراس طرح سپاہیانہ زندگی جو کہ اسلامی زندگی کا خصوصی شعار ہے۔ حج کے سفر میں پوری طرح پائی جاتی ہے۔ لباس ومعاش میں بھی اور چلنے پھرنے میں بھی۔ آخر میں حضرت الشیخ رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ نمونہ کے طور پر یہ مختصر اور مجمل اشارات کئے ہیں غور کرنے سے بہت سے امور اور مصالح سمجھ میں آتے رہتے ہیں لیکن یہ نہایت اہم جزو ہے کہ اصل مقصد اللہ جل شانہ کے ساتھ تعلق کا بڑھانا ہے اور دنیا کی محبت اوراس سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے۔

امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے تمام مناسک حج کی فرداً فرداً حجۃ اللہ البالغہ میں مصلحتیں اور حکمتیں ذکر کی ہیں جو کہ الہامی اور القائی انعامات ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے، ضروری ہے کہ ان حکمتوں اور مصالح کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

<u>بطور نمونہ:</u> تلبیہ واحرام کی حکمت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ **ان الاحرام فی الحج و العمرہ بمنزلة التکبیر فی الصلوٰۃ فیه تصویر الاخلاص و التعظیم۔** حج اور عمرہ میں احرام بمنزلہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے ہے۔ یہاں پر اگرچہ حضرت شاہ صاحبؒ نے تلبیہ کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ صرف احرام پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن بقول شارح احرام اور تلبیہ میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھا جائے تو احرام شروع ہو جاتا ہے اور افعال کی ادائیگی تک باقی رہتا ہے اور آخر میں اس کو باقاعدہ کھولنا پڑتا ہے۔ جیسے نماز کی نیت کر کے جب تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے تو نماز شروع ہو جاتی ہے اور نماز کے آخر تک تحریمہ باقی رہتا ہے، پس حج اور عمرہ کے احرام میں تلبیہ کی حیثیت یہی ہے جیسی نماز میں تکبیر تحریمہ کی۔ پھر احرام اسی طرح مستمر رہتا ہے جس طرح تحریمہ، تلبیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اظہار کیا جاتا ہے، اور قول وفعل کے ذریعے نیت کو امرِ محسوس بنایا جاتا ہے۔ اور احرام کے ذریعہ نفس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے خاکساری اور فروتنی کرنے والا بنایا جاتا ہے، وطن کی آسائشوں کو چھوڑ کر چل دیتا ہے، اپنی مالوف اور پیاری عادتوں کو چھوڑ کر زیب وزینت کی تمام شکلوں کو بالائے طاق رکھ کر فقیروں اور محتاجوں کی صورت بنا لیتا ہے، حاجی کی شان یہ ہے کہ وہ پراگندہ حال اوراس کے بدن سے پسینے اور میل کی بو آتی ہے اور یہی پراگندہ حالی، تھکاوٹ اور درماندگی یہ تمام چیزیں احرام میں متحقق ہوتی ہیں۔ پھر ممنوعات احرام کی چند حکمتیں بیان فرمائی ہیں، حج وعمرہ میں خاکساری، ترک زینت اور پراگندہ سری مطلوب ہے اور یہ مقاصد ممنوعات احرام سے بچنے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کے خوف اور تعظیم کا احساس ممنوعات سے بچنے پر موقوف ہے۔ اوران ممنوعات احرام کے ذریعہ اپنے نفس کا محاسبہ کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ اپنی خواہش میں بے لگام نہ ہو جائے۔